ربیع الاول ۱۴۰۱ھ میں پاکستان ٹیلیویژن پر پیش کیا جانے والا سلسلۂ تقاریر

رسول کامل ﷺ

مقرر : ڈاکٹر اسرار احمد

(۳)

ختمِ نبوّت اور اس کے لوازم

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝﴾ (الفتح : ۲۸)

یہ آیۂ مبارکہ سورۃ الفتح میں وارد ہوئی ہے۔ ویسے اس کا جزوِ اعظم دو اور سورتوں میں یعنی سورۃ التوبہ اور سورۃ الصف میں بعینہٖ انہی الفاظ میں آیا ہے :

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾

قرآن حکیم میں تین مقامات پر ایک مضمون کا دہرایا جانا یقیناً اُن الفاظ کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیۂ مبارکہ کو پورے قرآن مجید کا عمود قرار دیا ہے' یعنی یہ وہ مرکزی خیال ہے جس کے گرد قرآن حکیم کے تمام مضامین گھومتے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ذرا غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آ جائے گی کہ سیرتِ محمدیؐ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ضمن میں تو یقیناً یہ الفاظِ مبارکہ "کلید" کا درجہ رکھتے ہیں' کیونکہ انہی کے فہم پر دارومدار ہے اس کا کہ ہم اس بات کو سمجھ سکیں کہ انبیاء و رُسل کی مقدّس جماعت میں محمدؐ رسول اللہ ﷺ کا امتیازی مقام کیا ہے! اس لئے کہ یہ الفاظ آنحضور ﷺ کے لئے تو قرآن کریم میں تین بار آئے ہیں' لیکن کسی دوسرے نبی یا رسول کے لئے نہ صرف یہ الفاظ بلکہ اس کے قریب المفہوم الفاظ بھی

پورے قرآن حکیم میں کہیں وارد نہیں ہوئے۔ ذرا اِن پر توجہ کو مرتکز کیجئے' ان کا ترجمہ یہ ہے :

"وہی ہے اللہ جس نے بھیجا اپنے رسول (ﷺ) کو الہدیٰ کے ساتھ اور دینِ حق دے کر' تاکہ غالب کر دے اس کو پورے کے پورے دین پر' اور کافی ہے اللہ بطورِ گواہ۔"

ان الفاظِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی بعثت کی امتیازی شان سامنے آتی ہے۔ اس آیت کے ایک ایک لفظ پر غور کیجئے! اس آیت میں آنحضور ﷺ کے لئے لفظ "رَسُوْلَهٗ" وارد ہوا ہے۔ اس سے اشارہ ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ بقیہ انبیاء و رُسل کی نسبتیں اور اُن کی امتیازی حیثیتیں کچھ دوسری ہیں۔ مثلاً حضرت آدمؑ صفی اللہ ہیں' حضرت نوحؑ نجیح اللہ ہیں' حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ ہیں' حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں' لیکن حضرت محمد ﷺ رسول اللہ ہیں۔ گویا کہ منصب رسالت جس مقدس ہستی پر اپنے نقطۂ عروج کو اور نقطۂ کمال کو پہنچا ہے وہ ہے ذاتِ محمدیؐ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ چنانچہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ سے پہلے تمام انبیاء و رُسل کی بعثت صرف اپنی اپنی قوموں کی طرف ہوئی۔ سب کی دعوت قرآن مجید میں نقل ہوئی ہے' لیکن اُن کا خطاب ہمیشہ ایک ہی رہا :

﴿ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾

"اے میری قوم کے لوگو! بندگی اور پرستش اختیار کرو اللہ کی جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔"

پس معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ سے قبل تمام انبیاء و رسلؑ کی بعثت ان کی اپنی اپنی قوموں کی طرف ہوئی تھی۔ اس مقدس جماعت میں محمد رسول اللہ ﷺ وہ پہلے اور آخری نبی اور رسول ہیں جن کا خطاب پوری نوعِ انسانی سے ہے' بحیثیت نوعِ انسانی۔ چنانچہ قرآن مجید میں آنحضور ﷺ کی دعوت کے ضمن میں بار بار الفاظ آئیں گے :

﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ ﴾ "اے لوگو!"

قرآن مجید میں جب آپ ﷺ کی دعوت کا آغاز ہوتا ہے تو آفاقی انداز سے ہوتا

ہے۔ سورۃ البقرۃ کے تیسرے رکوع کی پہلی آیت ہے :

﴿ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ .... ﴾

"اے بنی نوعِ انسان! اپنے رب کی بندگی اور پرستش کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔"

خود حضور ﷺ اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرماتے ہیں' یہ الفاظ آپ ﷺ کے ایک خطبے میں وارد ہوئے ہیں جس کو نھج البلاغۃ کے مصنف نے نقل کیا ہے' اس کی رو سے حضور ﷺ فرماتے ہیں :

((اِنِّیْ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ خَاصَّۃً وَاِلَی النَّاسِ کَافَّۃً))

"(اے قریش!) میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف بالخصوص اور پوری نوعِ انسانی کی طرف بالعموم۔"

قرآن مجید میں بھی یہ مضمون آیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا :

﴿ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ﴾

"(اے محمد ﷺ) ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر پوری نوعِ انسانی کے لئے بشیر و نذیر بنا کر۔"

اور یہی مفہوم ہے اس آیت مبارکہ کا :

﴿ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴾

"اور (اے محمدؐ!) نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔"

پس جان لیجئے کہ یہ خصوصیت صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے کہ آپؐ کی بعثت پوری نوعِ انسانی کی جانب ہے —— اور یہ اصل میں اس لئے ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے واقعتاً دنیا میں ذرائع رسل و رسائل (Means of Communication) ایسے نہ تھے کہ کسی ایک نبی یا رسول کی دعوت پر پوری نوعِ انسانی کو جمع کیا جا سکتا۔ اس میدان میں مادی وسائل و ذرائع کے سلسلے میں جو ارتقاء ہوا ہے اس کا یہ نتیجہ ہے کہ اب اس رسالتِ کاملہ کا ظہور ہو جس کی دعوت پوری نوعِ انسانی کے لئے بیک وقت ہو اور جو مبعوث ہو اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ' تمام انسانوں کی جانب' خواہ وہ افریقہ کے سیاہ فام لوگ

ہوں' خواہ یورپ کے سرخ رولوگ ہوں' یا مشرق کے زرد رُو لوگ ہوں۔

آیت زیر مطالعہ میں ارشاد ہوتا ہے :

﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی ...... ﴾

"وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول کو الہدیٰ کے ساتھ..."

الھُدیٰ سے یہاں مراد قرآن حکیم ہے۔ یہ پہلی چیز ہے جو حضور ﷺ لے کر مبعوث ہوئے' جو ہدایتِ کاملہ و تامہ ہے۔ جو ھدًی لِلنَّاس ہے' ھدًی لِلْمتقین ہے' شفاءٌ لِّما فِی الصُّدور ہے۔

اس ضمن میں بھی ایک بات نوٹ فرمالیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ تورات بھی اللہ کی کتاب تھی' انجیل بھی اللہ کی کتاب تھی' حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور بھی اللہ ہی نے عطا فرمائی تھی' بلکہ قرآن سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی صحیفے عطا فرمائے گئے تھے' دیگر انبیاء و رُسل کو بھی صحیفے دیئے گئے ہوں گے' لیکن ان میں سے کسی کی حفاظت کا ذمّہ اللہ نے نہیں لیا تھا۔ ان میں سے بعض کتابیں تو دنیا سے ناپید ہو گئیں' صحفِ ابراہیمؑ کا کہیں کوئی وجود نہیں' اور بعض کتابیں جو موجود ہیں ان کے بارے میں ان کے ماننے والے بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ وہ اپنی اصل صورت میں موجود ہیں' نہ ہی وہ اُس زبان میں ہیں جن میں وہ اصلاً نازل ہوئی تھیں۔ ان کتابوں کو ماننے والے خود تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی کتابیں محرف ہیں ـــــ لیکن قرآن مجید کی حفاظت کا اللہ نے خود ذمہ لیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کو بصراحت بیان کر دیا گیا :

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ ﴾ (الحجر : ۹)

"ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

تمام ائمہ اُمت اور تمام جمہور مسلمین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت مبارکہ میں "ذکر" سے مراد قرآن حکیم ہے۔ خود قرآن ہی میں اس کا ایک نام "ذکریٰ" بھی بیان ہوا ہے۔ اس کی وجہ بھی سمجھ لیجئے۔ سابقہ کتابیں در حقیقت اسی کتاب ہدایت کے ابتدائی ایڈیشن تھے جس کتاب ہدایت کا آخری اور مکمل ایڈیشن قرآن حکیم ہے۔ جس طرح

انسان کے مادی ذرائع و وسائل نے ارتقائی مراحل طے کئے اسی طرح انسان کے ذہن اور شعور کا معاملہ بھی ارتقاء پذیر رہا۔ انسان جب اپنے عقلی بلوغ کو پہنچا' اپنی عقلی' ذہنی اور فکری صلاحیتوں کے اعتبار سے پختہ (mature) ہوا تو یہ وہ وقت تھا کہ اب اسے ہدایتِ کاملہ و تامّہ یعنی ابدی ہدایت مکمل طور پر دے دی جائے۔ لہٰذا اس کی حفاظت کی بھی ضرورت تھی۔ اس لئے کہ اس سے پہلے کی کتابیں ابدی نہ تھیں' وہ ہمیشہ کے لئے نازل ہی نہیں ہوئی تھیں' اس لئے ان کی حفاظت مشیتِ الٰہی میں تھی ہی نہیں۔ اگر ہوتی تو نہ یہ گم ہوتیں اور نہ ہی ان میں تحریف ہو سکتی ـــــ ہمیشہ کے لئے ہدایت' آخری ہدایتِ کاملہ و تامّہ وہ ہے جو محمدؐ رسول اللہ ﷺ لے کر آئے۔ اس ہدایت نامے کو تاقیامِ قیامت نافذ العمل رہنا تھا' لہٰذا اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا۔

ذرا آگے چلئے! دوسری چیز جو حضور ﷺ لے کر آئے یا دے کر بھیجے گئے وہ دین حق ہے' وہ ایک نظامِ اجتماعی ہے' ایک ایسا نظام عدلِ اجتماعی جس میں سب کے حقوق و فرائض کا ایک نہایت معتدل اور متوازن نظام موجود ہے' جس میں کوئی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتا۔ یہ وہ میزان ہے جس میں سب کے حقوق و فرائض کا تعین کر دیا گیا ہے۔ اس میزان سے تول کر ملے گا جس کو جو کچھ ملے گا۔ قسط' عدل اور انصاف سے ہر فرد کو' ہر شخص کو اُس کی ناگزیر ضروریاتِ زندگی ملیں گی۔

غور کیجئے کہ ایک نظام اجتماعی اِس دَور کے انسان کی اصل ضرورت ہے۔ ایک نظامِ عدل کی پوری نوعِ انسانی احتیاج رکھتی ہے۔ جہاں تک انفرادی اخلاقیات کا تعلق ہے سابقہ انبیاء و رُسل بھی اس لحاظ سے بہت بلندیوں تک پہنچ چکے تھے۔ ہمیں یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ جہاں تک ذاتی اخلاق کا تعلق ہے اس کے اعتبار سے حضرت مسیح علیہ السلام بھی بہت بلند مقام پر پہنچ چکے تھے' لیکن جس دور کے فاتح ہیں حضرت محمد ﷺ اس دَور میں انسانی اجتماعیت بھی ارتقائی مراحل طے کر کے اس مقام تک آ چکی ہے کہ اجتماعیت کا پلہ انفرادیت پر کافی بھاری ہو چکا ہے۔ انفرادیت اجتماعیت کے شکنجے میں کسی جا چکی ہے اور اب اجتماعیت کی گرفت انتہائی مضبوط ہے۔ اب ایک ایسے نظامِ اجتماعی کی ضرورت ہے جس میں انفرادی سیرت و اخلاق کے ساتھ ساتھ ایک صالح معاشرہ بھی موجود ہو' یعنی

پوری اجتماعیت بھی صالح ہو۔ یہ ذہن میں رکھئے کہ ابتداءً قبائلی نظام کے تحت قبیلہ ہی ایک مکمل اجتماعی یونٹ بن گیا تھا' سیاسی اعتبار سے بھی' سماجی اعتبار سے بھی اور معاشی اعتبار سے بھی۔ پھر ذرا انسان نے ترقی کی' تمدن نے ارتقاء کا مرحلہ طے کیا تو شہری ریاستیں قائم ہوئیں۔ اس کے بعد انسان نے اور قدم آگے بڑھایا تو بڑی بڑی بادشاہتیں (Empires)' بڑی بڑی مملکتیں قائم ہوئیں اور بڑی بڑی سلطنتوں کا دَور آیا ــــــ یہ وہ دَور ہے جب محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہو رہی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ وہ نظام لے کر آئے جو انسانوں کے مابین عدل اور قسط کی ضمانت دے' جس میں کوئی طبقہ دوسرے کے حقوق پر دست درازی نہ کر رہا ہو' جس میں نہ فرد جماعت کے بوجھ تلے سسک رہا ہو نہ جماعت اور اس کے تقاضے انفرادیت پسندی کی بھینٹ چڑھ گئے ہوں۔ ایسا نظامِ عدل و قسط صرف دینِ حق ہے' جو خالقِ کائنات کی جانب سے بواسطہ اپنے آخری رسولؐ نوعِ انسانی کو دیا گیا۔ اسی کو قرآن "دین الحق" کہتا ہے۔

اب ظاہر بات ہے کہ بہتر نظام' نہایت عادلانہ نظام' نہایت منصفانہ نظام اگر صرف کسی کتاب کی زینت ہو' کسی کتاب کے اوراق میں لکھا ہوا موجود ہو تو وہ نوعِ انسانی کے لئے حجت اور دلیل نہیں بن سکتا۔ کوئی بھی نظام لوگوں کے لئے حجت' دلیل اور قاطع عذر حقیقی معنوں میں اُس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کو قائم کر کے اور چلا کر دکھا نہ دیا جائے' اور اس دینِ حق کی برکات و حسنات کا انسان عملی طور پر تجربہ نہ کر لے۔

آپ کے علم میں ہے کہ افلاطون نے بھی ایک بہت اعلیٰ کتاب (Republic) لکھی جس میں اس نے نظری اعتبار سے بہت عمدہ نظام تجویز کیا' لیکن یہ پوری دنیا کو معلوم ہے کہ وہ نظام کبھی ایک دن کے لئے بھی' دنیا میں کسی ایک مقام پر بھی قائم نہیں ہوا۔ چنانچہ اس کی حیثیت ایک خیالی جنّت (Utopia) کی ہے۔ وہ ایک ایسی چیز ہے جو کہ ناممکن العمل ہے۔ اس کے برعکس محمدؐ رسول اللہ ﷺ جو نظام لے کر آئے وہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہے' وہ ایک طرف اخلاقی تعلیم کا حسین ترین مرقع ہے تو دوسری طرف اجتماعی زندگی سے متعلق نہایت اعلیٰ و ارفع' معتدل و متوازن اور منصفانہ نظام کا حامل ہے۔

سورۃ الشوریٰ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے اعلان کرایا :

﴿ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ﴾

"(اے نبیؐ!) کہہ دیجئے کہ میں اس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے نازل کی ہے' اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مَیں تمہارے مابین نظام عدل قائم کروں۔"

اس آیت کی رو سے نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت یہ قرار پایا کہ آپ ﷺ اس نظامِ عدل و قسط کو پورے کے پورے نظامِ زندگی پر غالب کریں' قائم کریں' نافذ کریں جو اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا۔ چنانچہ دین حق کے غلبے کے لئے ایک عظیم انقلابی جدّوجُہد ہے جو ہمیں سیرتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام میں نظر آتی ہے۔ ایک مکمل انقلاب بلکہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب وہ ہے جو محمد عربی ﷺ نے برپا کیا' اور ایک مکمل انقلابی جدّوجُہد کا خاکہ ہے جو ہمیں آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے تیئس (۲۳) برس میں نظر آتا ہے ـــــ آغازِ وحی کے بعد شمسی سال وماہ کے لحاظ سے یہ عرصہ ساڑھے اکیس برس بنتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس مختصر عرصے میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا' اور اس دین حق کو عملاً دنیا میں نافذ کر کے اس کا ایک نمونہ نوعِ انسانی کے لئے پیش کر دیا۔

چوتھی چیز جو بہت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ کی انقلابی جِدّوجُہد میں ہم دیکھیں گے کہ قدم قدم پر مشکلات ہیں' مصائب ہیں' موانع ہیں۔ یہ جدّوجہد نبی اکرم ﷺ نے خالص انسانی سطح پر کر کے دکھائی ہے۔ آپ ﷺ نے وہ ساری تکلیفیں جھیلی ہیں جو کسی بھی انقلابی جدّوجہد میں کسی بھی داعی انقلاب کو اور انقلابی کارکنوں کو جھیلنی پڑتی ہیں۔ وہ تمام شدائد' وہ تمام موانع' وہ تمام مشکلات' وہ تمام آزمائشیں اور وہ تمام تکالیف اور مصائب جو کسی بھی انقلاب کے علمبرداروں اور کسی بھی انقلاب کے کارکنوں کو جھیلنی پڑتی ہیں وہ محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے بنفسِ نفیس جھیلی ہیں۔ اس کا بھی ایک سبب ہے جس کو جان لینا چاہئے۔ یہ انقلاب صرف عرب کے لئے نہیں تھا' پوری نوعِ انسانی کے لئے تھا' یہ پورے عالمِ ارضی کے لئے تھا۔ محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے جزیرہ نمائے عرب کی حد تک اُس کی تکمیل فرما دی اور اُس کے بعد عالمی سطح پر اُس کی تکمیل کا فریضہ اُمّت کے حوالے کر کے آپ ﷺ نے اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی کہتے ہوئے رفیقِ اعلیٰ جلّ شانہ کی

طرف مراجعت اختیار فرمائی۔

اب ظاہر ہے کہ بعد میں اس انقلاب کی تکمیل جن لوگوں کو کرنی تھی انہیں خالص انسانی اور بشری سطح پر اس فرضِ منصبی کو ادا کرنا تھا۔ محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ محبوبِ ربّ العالمین ہیں' اور اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے' وہ چاہتا تو اپنے محبوب کے پاؤں میں کانٹا تک نہ چبھنے دیتا اور آپؐ کا فرضِ منصبی بھی مکمل ہو جاتا ـــــ لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہوا۔ آنحضور ﷺ نے ساری مصیبتیں جھیل کر' ساری تکلیفیں برداشت کر کے دین کو بالفعل قائم و نافذ فرما کر اُمّت پر ہمیشہ کے لئے ایک حجت قائم کر دی ہے کہ اللہ کے اس دین حق کو اب امت نے غالب اور نافذ کرنا ہے' اور اِس راہ کی تمام مصیبتیں جھیل کر' تمام قربانیاں دے کر' تمام مشکلات سے عہدہ برآ ہو کر اب یہی کام امت نے کرنا ہے۔ اب یہ فرض مسلمانوں نے انجام دینا ہے۔ جب محبوبِ ربّ العالمین سرورِ دوعالم ﷺ نے مصیبتیں اٹھا کر خالص انسانی سطح پر یہ کام انجام دیا ہے تو مسلمانوں کو بھی اس کے لئے تیار رہنا ضروری ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنے کی ہے' جو اپنی جگہ صد فیصد درست ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ مطہرہ میں تمام انبیاء و رُسل کے اوصاف اور محاسن جمع ہیں۔ بقول شاعر ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسٰی یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری!

لیکن ساتھ ہی وہ بات بھی پیش نظر رہے جو آنحضور ﷺ نے فرمائی کہ تمام نبیوں اور رسولوں نے جتنی تکلیفیں برداشت کیں میں نے تنہا وہ سب کی سب برداشت کی ہیں۔

فَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وسلم تسلیمًا کثیراً کثیراً
وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○○

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔